حجاب کے پار آزادی

عورت، اختیار اور اخلاقی خود مختاری کا اسلامی و جدید مکالمہ

Beyond the Veil: Women's Agency, Freedom, and Moral Autonomy in Islamic and Contemporary Thought

Dr. Hadi Raza

Assistant Professor, Department of Shia Theology, Faculty of Theology, Aligarh Muslim University, Aligarh, Uttar Pradesh, India

Email : hraza.tz@amu.ac.in

DOI No: 10.66212/brjisr.v7i1.287

To cite this article:

1. Dr.Hadi Raza , Jan – June Vol.7 Issue .1(2026) Urdu Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, 7(1) 31 -43 Retrieved from



Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

حجاب کے پار آزادی

عورت، اختیار اور اخلاقی خود مختاری کا اسلامی و جدید مکالمہ

Beyond the Veil: Women's Agency, Freedom, and Moral Autonomy in Islamic and Contemporary Thought

Abstract

This article examines hijab through the interconnected questions of women's agency, freedom, moral autonomy, religious commitment, gender justice, and cultural power. It rejects two reductive assumptions: that veiling necessarily signifies female subordination, and that unveiling necessarily signifies liberation. The study argues that Islamic moral discourse addresses women as responsible moral agents and situates modest dress within a wider ethical framework that also regulates male and female gaze, sexual conduct, speech, dignity, and social interaction. In dialogue with contemporary feminist discussions of relational autonomy and scholarship on Muslim women's religious agency, it distinguishes voluntary religious commitment from coercion and emphasizes that agency cannot be identified simply with resistance to inherited norms. The article also considers the opposite form of coercion in which women are pressured or legally compelled to remove religious dress. It concludes that a defensible account of freedom must take women's reasoning, conscience, education, security, and capacity for meaningful choice seriously. Hijab, therefore, should neither be romanticized as automatic liberation nor dismissed as automatic oppression; its ethical significance depends on the agent, the normative framework she accepts, and the social conditions in which her choice is formed and exercised.

Keywords: Women, freedom, hijab, chastity, authority, moral autonomy, human dignity, women's education, religious virtue, gender justice

خلاصہ

عورت، آزادی اور حجاب کا مسئلہ عصرِ حاضر میں محض لباس کا مسئلہ نہیں رہا؛ یہ انسانی اختیار، جسمانی خود مختاری، مذہبی وابستگی، اخلاقی ذمہ داری، صنفی انصاف اور تہذیبی اقتدار کے باہمی تعلق کا ایک پیچیدہ فکری سوال بن چکا ہے۔ جدید مباحث میں حجاب کبھی عورت کی محکومی کی علامت، کبھی مذہبی شناخت، کبھی مزاحمت، کبھی ذاتی انتخاب اور کبھی اخلاقی خود تشکیل کے وسیلے کے طور پر تعبیر کیا گیا ہے۔ جدید علمی مطالعات خود اس دوئی سے آگے بڑھ رہے ہیں جس میں باحجاب عورت کو یا تو مجبور مظلوم سمجھا جاتا تھا یا لازماً مزاحمت کی علامت، متعدد تحقیقات نے مسلم خواتین کی مذہبی وابستگی، خود اختیاری اور عملی فاعلیت کو زیادہ پیچیدہ حقیقت کے طور پر پڑھنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ اس سوال کو ایک مختلف بنیاد پر قائم کرتا ہے: کیا آزادی کا مطلب ہر پابندی سے رہائی ہے، یا آزادی اپنی عقل، ضمیر اور منتخب اخلاقی اصول کے مطابق خود کو منظم کرنے کی قدرت کا نام ہے؟ اسی طرح کیا حجاب کو صرف عورت کے لباس تک محدود کرنا درست ہے، جبکہ قرآن اپنی اخلاقی ترتیب میں پہلے مرد کو نگاہ کی تہذیب کا حکم دیتا اور پھر عورت کو؟ کیا گھر سے باہر نکلنا بے حجابی اور گھر میں رہنا لازماً حجاب ہے؟ کیا مذہبی پابندی اور سماجی جبر ایک ہی چیز ہیں؟ اور اگر عورت کو حجاب پہننے پر مجبور کرنا اس کے اختیار کی نفی ہے تو اسے حجاب اتارنے پر مجبور کرنا کس اصول پر آزادی کہلائے گا؟

مقالہ اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ اسلامی تصور میں عورت ایک کامل اخلاقی مخاطب، صاحبِ عقل وارادہ اور اپنے اعمال کی ذمہ دار شخصیت ہے۔ حجاب اسی وسیع اخلاقی نظام کا ایک جز ہے جس میں مرد کی نگاہ، عورت کی نگاہ، لباس، گفتگو، معاشرتی حدود، انسانی وقار اور جنسی تعلقات کی تہذیب سب شامل ہیں۔ اس لیے حجاب کو قید، اور آزادی کو بے قیدی کے مترادف قرار دینا دونوں تصورات کو مسخ کر دیتا ہے۔ حقیقی مسئلہ لباس سے پہلے انسان کے تصور کا ہے: کیا عورت اپنے جسم کی محض نمائش گاہ ہے، کسی مرد کی ملکیت ہے، ریاستی نظریے کی علامت ہے، یا ایک مستقل اخلاقی شخصیت جسے اپنے خالق، اپنے ضمیر اور اپنے انتخاب کے سامنے جواب دہ ہونا ہے؟

کلیدی الفاظ :

عورت، آزادی، حجاب، عفت، اختیار، اخلاقی خود مختاری، انسانی وقار، تعلیمِ نسواں، مذہبی فاعلیت، صنفی انصاف

منہج تحقیق اور حدود مطالعہ

یہ مطالعہ تحلیلی، تقابلی اور بین المتونی منہج اختیار کرتا ہے۔ قرآنی آیات کو ان کے تفسیری سیاق میں پڑھتے ہوئے فقہِ امامیہ کے منتخب مصادر سے عورت کی اخلاقی و قانونی شخصیت، نگاہ، عفت اور لباس کے بنیادی تصورات اخذ کیے گئے ہیں۔ ان کا تقابل رابطہ جاتی خود مختاری، مذہبی فاعلیت اور باحجاب مسلم خواتین سے متعلق منتخب جدید فلسفیانہ و سماجی مطالعات سے کیا گیا ہے۔ بھارتی قانونی تنازعے کا ذکر صرف آزادیِ مذہب، مساوات، وقار اور تعلیم کے باہمی تعلق کی مثال کے طور پر ہے۔ مقالہ نہ تجربی میدانی تحقیق ہے، نہ حجاب کی تمام فقہی جزئیات کا استقصا، نہ کسی انفرادی صورت کا فتویٰ یا قانونی مشورہ؛ اس کا دائرہ عورت کے اختیار، اخلاقی ذمہ داری اور تہذیبی تعبیر کا اصولی تجزیہ ہے۔

تمہید: عورت کے سر پر کپڑا ہے یا تہذیبوں کا سوال؟

شاید جدید دنیا میں لباس کا کوئی ٹکڑا اتنے فلسفوں، سیاستوں اور تہذیبی دعووں کا بوجھ اپنے اوپر نہیں اٹھاتا جتنا ایک مسلم عورت کا حجاب۔ کسی نگاہ میں وہ ایمان ہے، کسی میں جبر؛ کسی کے لیے شناخت، کسی کے لیے انکار، کسی کے نزدیک عورت کی آزادی کا قتل، اور کسی کے نزدیک اسی آزادی کا اظہار۔ حیرت یہ ہے کہ اس شور میں سب عورت کے بارے میں بولتے ہیں، مگر کبھی کبھی عورت خود سب سے کم سنی جاتی ہے۔

ایک قوت اسے کہتی ہے: ''تمہیں یہ پہننا ہی ہوگا۔'' دوسری کہتی ہے: ''اگر تم آزاد ہو تو اسے اتارنا ہوگا۔'' پہلی نے اس کے لباس کو اپنے اختیار کا میدان بنایا؛ دوسری نے بھی۔ صرف حکم بدل گیا۔ عورت کہاں گئی؟

اسی مقام سے اس مقالے کا بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے: کیا آزادی کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان کسی حکم کو رد کر سکے، یا یہ بھی آزادی ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر کسی حکم کو قبول کرے؟ اگر مذہب سے بغاوت ہمیشہ آزادی ہے اور مذہبی التزام لازماً غلامی، تو نتیجہ پہلے ہی طے کر دیا گیا، پھر تحقیق باقی نہیں رہتی۔ اور اگر ہر مذہبی رسم کو محض اس لیے عادلانہ تصور کر لیا جائے کہ اسے مذہب سے نسبت دی گئی ہے، تو وہاں بھی عقل کے دروازے بند ہو گئے۔

صحیح راستہ دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے: نہ عورت کو مذہب کے نام پر خاموش کیا جائے، نہ آزادی کے نام پر اس کی مذہبی آواز چھینی جائے۔

1۔ آزادی: بے قیدی یا خود اختیاری؟

''آزادی'' جدید سیاسی و اخلاقی زبان کے مقدس ترین الفاظ میں سے ہے، مگر یہ لفظ جتنا دلکش ہے، اتنا ہی مبہم بھی۔ اگر آزادی کا مطلب یہ ہو کہ انسان پر کوئی پابندی نہ ہو، تو کوئی مہذب معاشرہ آزاد نہیں۔ قانون قتل سے روکتا ہے، معاہدہ وعدے کا پابند کرتا ہے، طب انسان کو بعض غذاؤں سے روکتی ہے، علم اپنے اصول کا پابند کرتا ہے، محبت بھی ذمہ داری پیدا کرتی ہے، اور ماں کا بچہ اس کی آزادی محدود کرتا ہے، مگر وہ ہر حد کو غلامی نہیں سمجھتی۔

پس ہر پابندی آزادی کی نفی نہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ پابندی کس نے عائد کی، کس دلیل سے، کس مقصد کے لیے، اور کیا انسان اسے ایک صاحبِ عقل اخلاقی شخصیت کی حیثیت سے قبول کرتا ہے؟ یہاں آزادی کا زیادہ پختہ تصور سامنے آتا ہے: اپنی زندگی کے بارے میں عقل، ضمیر اور معتبر اخلاقی اصول کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی قدرت۔

اس تعریف میں آزادی خواہش کی بے لگامی نہیں؛ خود پر حکومت ہے۔ اور شاید سب سے خطرناک غلام وہ نہیں جس کے ہاتھ بندھے ہوں، بلکہ وہ ہے جسے اپنی خواہش، بازار، شہرت، خوف یا سماجی دباؤ اس طرح چلا رہے ہوں کہ وہ اسے اپنی آزادی سمجھتا رہے۔

2۔ کیا ہر انتخاب آزادی ہے؟

یہاں جدید تصورِ آزادی کے سامنے ایک مشکل سوال کھڑا ہوتا ہے۔ اگر ایک عورت اپنی مرضی سے حجاب پہنتی ہے تو کیا یہ آزاد انتخاب ہے؟ اگر وہ اپنی مرضی سے حجاب نہیں پہنتی تو؟ اور اگر دونوں صورتوں میں خاندان، معاشرہ، مذہبی ماحول، ذرائع ابلاغ، حسن کا بازار اور طبقاتی دباؤ اس کے فیصلے پر اثر انداز ہوں تو ''خالص آزاد انتخاب'' کہاں ہے؟

انسان کا کوئی انتخاب خلا میں نہیں بنتا۔ ہم زبان، خاندان، تہذیب، تعلیم، جنس، معاشی صورتِ حال اور اجتماعی اقدار کے اندر رہ کر انتخاب کرتے ہیں۔ اسی لیے جدید فلسفیانہ ادب میں ''رابطہ جاتی خود مختاری'' کا تصور سامنے آیا ہے، جس کے مطابق انسانی خود اختیاری کو سماجی رشتوں سے بالکل الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔ مسلم مذہبی خواتین کی فاعلیت پر ہونے والی تحقیق نے خاص طور پر یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا خود مختاری صرف مروجہ اقدار سے بغاوت کا نام ہے، یا کوئی عورت مذہبی اخلاق کو اختیار کر کے بھی حقیقی فاعلیت کا اظہار کر سکتی ہے۔[1]

یہ سوال حجاب کی بحث کو بہت بدل دیتا ہے، کیونکہ اب معاملہ محض یہ نہیں کہ حجاب=جبر یا حجاب=آزادی؛ بلکہ اصل سوال یہ ہے: اس عورت کا تعلق حجاب سے کیا ہے؟

3۔ عورت: اخلاقی مخاطب، نہ مرد کا حاشیہ

اسلامی تصورِ انسان کی بنیاد میں عورت اور مرد دونوں اخلاقی ذمہ داری کے حامل ہیں۔ قرآن انسانی قدر کا بنیادی معیار جنس نہیں، تقویٰ قرار دیتا ہے:

---

1 رابطہ جاتی خود مختاری فرد کے اختیار کو سماجی رشتوں، اداروں اور شناختی ساختوں سے جدا کر کے نہیں دیکھتی۔ دیکھیے: کیٹریونا میکنزی اور نیٹلی اسٹولجار، مرتبین، بالخصوص ابتدائی مباحث۔2000

Relational autonomy analyses agency within social relationships, institutions, and identity-forming conditions. See Catriona Mackenzie and Natalie Stoljar, eds., Relational Autonomy (Oxford University Press, 2000), especially the introductory chapters.

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ'' .اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔[2]

اور اہلِ ایمان کی اجتماعی اخلاقی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے عورت کو محض مرد کے تابع نہیں رکھتا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ'' مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔[3]''

یہاں عورت مخاطب ہے، مکلف ہے، فیصلہ کرنے والی ہے، ثواب و عقاب کی مستحق ہے، اور علم و عمل کی ذمہ دار ہے۔ ایسی عورت کو محض گھر کی ایک محفوظ شے سمجھ لینا اس کی قرآنی شخصیت کو گھٹا دیتا ہے۔ وہ شخص ہے، شے نہیں۔ اس کی عفت بھی اس کی اپنی اخلاقی ذمہ داری ہے؛ کسی مرد کی ملکیت کی حفاظت نہیں۔

4۔ حجاب کی بحث عورت سے کیوں شروع ہوتی ہے؟

یہ ایک قابلِ غور تہذیبی سوال ہے۔ حجاب کا ذکر آتے ہی گفتگو عورت کے لباس سے شروع ہو جاتی ہے، مگر قرآن کی ترتیب کیا ہے؟ سورۂ نور میں پہلے فرمایا: قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ.

مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پاک دامنی کی حفاظت کریں۔[4]

اس کے بعد فرمایا: وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ . اور مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پاک دامنی کی حفاظت کریں۔[5]

یہ ترتیب بہت معنی خیز ہے۔ اخلاقی نظم عورت کے جسم سے شروع نہیں ہوا ، مرد کی نگاہ سے شروع ہوا، پھر عورت کی نگاہ، پھر لباس۔ اس لیے اسلامی تصورِ حجاب کو صرف ''عورت کتنی ڈھکی ہے'' میں سمیٹ دینا ناقص ہے۔ حجاب ایک دوطرفہ اخلاقی نظام ہے ، مرد بھی اس کا مخاطب ہے۔

5۔ حجاب اور خانہ نشینی: دو الگ تصورات

حجاب کو خانہ نشینی کا مترادف سمجھنا ایک تاریخی اور مفہومی خلط ہے۔ ایک عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور اپنے لباس و کردار میں حجاب کی پابند ہو سکتی ہے، اور کوئی شخص گھر کے اندر رہ کر بھی اخلاقِ حجاب سے محروم ہو سکتا ہے۔ پس حجاب ، عدمِ شرکتِ اجتماعی کی مساوات درست نہیں۔

اسلامی تاریخ میں خواتین کی تعلیم، تجارت، روایتِ حدیث، عبادت، خدمتِ اجتماع اور مختلف معاشرتی ذمہ داریوں کی متعدد صورتیں موجود رہی ہیں۔ خود شرعی احکام میں خرید و فروخت، ملکیت، عقد، تعلیم اور دیگر معاملات میں عورت کی مستقل قانونی شخصیت تسلیم کی گئی ہے۔ اصل سوال باہر نکلنا نہیں، اصل

---

2 القرآن الکریم، الحجرات 49:13۔ آیت انسانی قدر کا معیار تقویٰ قرار دیتی ہے؛ اس سے ہر فقہی یا سماجی فرق کے خودکار خاتمے کا دعویٰ نہیں کیا جا رہا۔

The Qur'an, 49:13, grounds human honour in taqwa. The citation does not by itself erase every juridical or social distinction.

3 القرآن الکریم 9:71

The Qur'an, 9:71

4 القرآن الکریم، النور 24:30؛ نیز دیکھیے: الطوسي، التبيان؛ الطبرسي، مجمع البيان؛ الطباطبائي، الميزان، ذیلِ آیت۔

The Qur'an, 24:30; see also al-Tusi, Al-Tibyan; al-Tabrisi, Majma' al-Bayan; and al-Tabataba'i, Al-Mizan, commentary on this verse.

5 القرآن الکریم 24:31

The Qur'an, 24:31

سوال یہ ہے کہ کس اخلاق کے ساتھ باہر نکلا جائے۔ یہی اصول مرد پر بھی لاگو ہوتا ہے۔[6]

6۔ایک اہم فرق: حفاظت اور حبس

کسی شخص کو محفوظ رکھنا اور اسے محبوس رکھنا ایک چیز نہیں۔ اگر عورت کو صرف اس اندیشے سے اجتماعی زندگی سے کاٹ دیا جائے کہ کہیں وہ غلطی نہ کرے تو سوال اٹھتا ہے، کیا یہی اصول مرد پر بھی لاگو ہوگا؟ اگر گناہ کا امکان آزادی چھیننے کی کافی دلیل ہے تو مرد بھی اخلاقی لغزش سے محفوظ نہیں۔

اخلاقی نظام کا کام انسان کو فاعلِ خیر بنانا ہے، خیر کے امکان سے بے دخل کرنا نہیں۔ پاک دامنی دیوار سے پیدا نہیں ہوتی۔ اگر باطن میں اخلاق نہ ہو تو بند دروازے بھی انسان کو پاک نہیں بنا سکتے، اور اگر کردار مضبوط ہو تو بازار بذاتِ خود بے حیائی نہیں بن جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمِ اخلاق، ضبطِ نگاہ، انتخابِ ماحول اور شعور کی تربیت محض جسمانی علیحدگی سے کہیں زیادہ بنیادی ہیں۔

7۔عورت کی تعلیم: حجاب کی دشمن یا محافظ؟

عورت کی اعلیٰ تعلیم کو عفت کے لیے خطرہ سمجھنا ایک ناقص ربط ہے۔ جہالت عفت کی ضمانت نہیں، اور علم بے حیائی کا لازمی سبب نہیں۔ بلکہ ایک تعلیم یافتہ عورت اپنے حقوق سمجھ سکتی ہے، قانون سے واقف ہو سکتی ہے، غلط مذہبی دعوے کو پہچان سکتی ہے، معاشی استحصال سے بچ سکتی ہے، اپنی اولاد کی بہتر تربیت کر سکتی ہے، اور مذہبی حکم کو محض وراثتی عادت کے بجائے شعوری انتخاب بنا سکتی ہے۔

حجاب اگر صرف لاعلمی میں قائم رہے تو پہلی فکری آندھی اسے اڑا سکتی ہے؛ اگر دلیل اور شعور سے اختیار کیا جائے تو وہ لباس سے بڑھ کر اخلاقی موقف بن سکتا ہے۔ اس لیے عورت کو علم سے روک کر حجاب کی حفاظت کرنا ایسا ہے جیسے چراغ بچانے کے لیے پورا گھر اندھیرے میں ڈبو دیا جائے۔

8۔مذہبی پابندی اور جبر میں فرق

یہاں ایک انتہائی اہم فرق ہے۔ فرض کیجیے عورت خود یہ مانتی ہے کہ خدا نے اس پر ایک خاص لباس یا طرزِ معاشرت لازم کیا ہے اور وہ اپنی دینی وابستگی کی بنا پر اسے اختیار کرتی ہے۔ کیا یہ ''جبر'' ہے؟ صرف اس لیے نہیں کہ ایک حکم موجود ہے۔ ہر اخلاقی نظریہ انسان سے کچھ تقاضے کرتا ہے: سچائی پابندی ہے، وفاداری پابندی ہے، عدل پابندی ہے اور وعدے کی پاسداری پابندی ہے۔

فرق یہ ہے کہ انسان اس حکم کو اپنی اخلاقی مرجعیت کا حصہ مانتا ہے یا نہیں۔ اس کے برخلاف اگر خاندان، شوہر، معاشرہ یا ریاست تشدد اور خوف سے کسی عورت پر لباس مسلط کرے تو اب مسئلہ صرف ''حجاب'' کا نہیں رہتا؛ یہ جبر کا مسئلہ ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا غلط ہے۔

9۔ایک آئینہ دار سوال: اگر پہننے پر جبر غلط ہے تو اتارنے پر؟

یہ جدید آزادی کے تصور کا ایک بنیادی امتحان ہے۔ اگر ایک عورت کو حجاب پہننے پر مجبور کرنا اس کی خود اختیاری کے خلاف ہے، تو اسے حجاب اتارنے پر مجبور کرنا کیا ہے؟ اگر ریاست کہے: ''آزاد ہونے کے لیے تمہیں اپنا مذہبی لباس ترک کرنا ہوگا''، تو یہاں آزادی خود حکم بن گئی۔

عصرِ حاضر کے علمی مباحث میں حجاب پر پابندیوں کے تناظر میں یہی تضاد زیرِ بحث آیا ہے۔ بھارت کے تعلیمی اداروں میں حجاب کے تنازعے پر ہونے والی قانونی و علمی تحقیق نے مساوات، مذہبی آزادی، اظہار، وقار اور تعلیم کے حقوق کے باہمی تعلق کو نمایاں کیا ہے۔ اسی طرح یورپی مباحث میں بھی یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ عورت کو ''آزاد'' کرنے کے نام پر اس کے مذہبی انتخاب کو قانونی طور پر محدود کرنا خود اس کی فاعلیت کو کمزور کر سکتا ہے۔[7]

---

6 الحلي، شرائع الإسلام، متعلقہ ابوابِ معاملات؛ الحر العاملی، وسائل الشیعۃ، ابوابِ نکاح، تجارت اور معاشرت۔ یہ حوالہ عمومی فقہی ڈھانچے کی طرف ہے، کسی مخصوص معاصر قانونی نظام کی طرف نہیں۔

Al-Muhaqqiq al-Hilli, Shara'i' al-Islam, relevant chapters on transactions; and al-Hurr al-'Amili, Wasa'il al-Shi'ah, relevant chapters on marriage, commerce, and social interaction.

7 بھارت میں تعلیمی اداروں کے حجاب تنازعے کے قانونی پس منظر کے لیے ؛ اپیل میں منقسم فیصلہ

اصولی معیار دوہرا نہیں ہو سکتا : نہ پہننے پر جبر؛ نہ اتارنے پر جبر۔

10۔ کیا حجاب لازماً آزادی کی علامت ہے؟

نہیں۔ یہ دوسری انتہا ہو گی۔ کسی عورت نے حجاب پہنا ہے، اس سے صرف لباس دیکھ کر یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ وہ آزاد ہے، مجبور ہے، مذہبی ہے، سیاسی مزاحمت کر رہی ہے، یا سماجی دباؤ میں ہے۔ ان تمام صورتوں کا امکان ہے۔

اسی لیے جدید علمی تحقیق میں حجاب کو صرف ''محکومی'' یا صرف ''مزاحمت'' کے دو خانوں میں رکھنے کو ناکافی سمجھا گیا ہے۔ عورت کے فعل کا معنی جاننے کے لیے عورت کو سننا ہو گا۔ یہ اصول مذہبی اور سیکولر دونوں تعبیرات پر یکساں لاگو ہوتا ہے۔[8]

11۔ اخلاقی خود مختاری: جو خواہش آئے وہ کرنا؟

یہاں آزادی کا سب سے گہرا سوال سامنے آتا ہے۔ کیا میں اسی وقت آزاد ہوں جب جو چاہوں وہ کروں، یا ممکن ہے کہ خواہش ہی میری حاکم بن جائے؟ انسان غصے میں بدلہ چاہتا ہے، حرص میں زیادہ مال، خواہش میں فوری لذت، اور شہرت میں مسلسل توجہ۔ اگر ہر خواہش کی پیروی آزادی ہے تو ضبطِ نفس غلامی بن جائے گا۔

مگر تقریباً تمام بڑی اخلاقی روایات انسان کی عظمت کو کسی نہ کسی درجے میں اپنے نفس پر حکومت سے وابستہ کرتی ہیں۔ اسلامی اخلاق میں یہی معنی تقویٰ، صبر، عفت اور تزکیہ کے مختلف تصورات میں سامنے آتا ہے۔ پس عورت اگر کسی اخلاقی اصول کے تحت اپنے لباس یا تعلقات کو محدود کرتی ہے تو محض ''حد'' کی موجودگی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی آزادی ختم ہو گئی؛ ممکن ہے وہ یہی حد اپنی اخلاقی خود مختاری کا اظہار سمجھتی ہو۔

12۔ عفت: عورت کی ذمہ داری یا دونوں کی؟

عفت کو صرف عورت کے کندھے پر رکھ دینا دینی اخلاق کی غیر متوازن تعبیر ہے۔ قرآن نے مرد اور عورت دونوں سے نگاہ اور پاک دامنی کا مطالبہ کیا۔ اسی لیے اگر مرد خود بے مہار نگاہ، فحش گفتگو، جنسی استحصال اور غیر اخلاقی طرزِ معاشرت میں مبتلا ہو اور پھر عورت سے تنہا ''عفت'' کا مطالبہ کرے تو یہ مذہبی اخلاق نہیں، اخلاقی دوہرا معیار ہے۔

حجاب کا بوجھ عورت کے سر پر اور بے حجابی نگاہ مرد کی آنکھ میں؟ یہ نظام مکمل نہیں ہو سکتا۔ حجاب کی پہلی اصلاح عورت کی الماری سے پہلے مرد کے شعور میں ہونی چاہیے۔

13۔ جسم: ملکیت، امانت یا بازار؟

جدید حجاب کی بحث میں جسم بنیادی سوال ہے: انسان اپنے جسم کے ساتھ کس نوع کا تعلق رکھتا ہے؟ ایک انتہا جسم کو سماجی کنٹرول کی ملکیت بنا دیتی ہے؛ دوسری اسے مکمل ذاتی مصرف کی شے سمجھتی ہے۔ اسلامی اخلاق ایک مختلف زاویہ پیش کرتا ہے: جسم انسان کی شخصیت کا حقیقی حصہ ہے؛ اس کی حرمت ہے، حقوق ہیں، خواہشات ہیں، مگر انسان خود بھی اپنی ذات کے سامنے اخلاقی ذمہ داری رکھتا ہے۔

For the Indian educational-institution dispute, see Resham v. State of Karnataka, 2022 SCC OnLine Kar 315, and the split appellate decision in Aishat Shifa v. State of Karnataka, 2022 SCC OnLine SC 1394. This article does not claim a final judicial settlement of any pending question.

8 سرما بلگے، یہ مطالعہ باحجاب مسلم عورت کی فاعلیت کو محض محکومی یا مزاحمت کے دو خانوں میں محدود کرنے پر تنقید کرتا ہے۔(2010) 9–28
Sirma Bilge, 'Beyond Subordination vs. Resistance,' Journal of Intercultural Studies 31, no. 1 (2010): 9–28, https://doi.org/10.1080/07256860903477662.

یہ ذمہ داری صرف عورت پر نہیں؛ مرد کا جسم بھی اخلاق سے آزاد نہیں۔ پس انسانی جسم نہ خاندان کی ملکیت، نہ بازار کی ملکیت، نہ ریاست کی ملکیت ہے۔ اس کی حرمت انسان کے وقار سے پیدا ہوتی ہے۔

14۔ بازار عورت کو آزاد کرتا ہے یا نئی قید بناتا ہے؟

یہاں مذہبی معاشروں پر تنقید کے ساتھ جدید صارفیت پر بھی سوال ہونا چاہیے۔ ایک معاشرہ عورت کو کہتا ہے: ''اپنے جسم کو چھپاؤ، ورنہ تم غیر اخلاقی ہو۔'' دوسرا شاید کہے: ''اپنے جسم کو مطلوبہ معیار کے مطابق دکھاؤ، ورنہ تم غیر پر کشش ہو۔'' پہلا جسم پر اخلاقی دباؤ ڈال سکتا ہے، دوسرا تجارتی و جمالیاتی دباؤ؛ دونوں میں عورت کے جسم کو باہر کی نگاہ مسلسل تعریف کر رہی ہے۔

جدید آزادی کا سنجیدہ سوال یہ ہونا چاہیے : کیا عورت اس نگاہ سے آزاد بھی ہو سکتی ہے؟ اگر بازار عورت کے حسن، عمر، وزن، جلد اور لباس کو مسلسل قیمت میں تبدیل کرے تو صرف زیادہ نمائش کو خود بخود آزادی کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں حجاب کی اخلاقی معنویت ایک مختلف صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے: انسانی قدر کو جسمانی نمائش سے مکمل طور پر وابستہ نہ کرنے کی کوشش۔ مگر یہ تبھی معتبر ہے جب عورت خود اس معنویت کی شریک ہو، محض اس کی موضوع نہ بنے۔

15۔ حجاب اور حسن: کیا اسلام حسن کا دشمن ہے؟

نہیں۔ حجاب کا مقصد عورت کو بدصورت بنانا نہیں۔ اسلامی تہذیب نے حسن، لباس، خوشبو، صفائی اور جمال کو کبھی بذاتِ خود گناہ قرار نہیں دیا۔ اصل سوال حسن کا وجود نہیں، حسن کی سماجی پیش کش اور جنسی معنویت ہے۔

جمال انسان کی فطرت کا حصہ ہے، لیکن ہر حسن ہر نگاہ کے لیے نہیں۔ یہ تصور جدید ذہن کو اجنبی لگ سکتا ہے کیونکہ معاصر تجارتی ثقافت visibility کو قدر سے جوڑتی ہے : جو نظر آئے وہ موجود ہے؛ جو دکھے وہ قیمتی ہے۔ مگر مذہبی اخلاق پوچھتا ہے : کیا ہر قیمتی چیز کو دکھانا ضروری ہے؟

16۔ پردہ اور عزت: ایک خطرناک غلط تعبیر

''پردہ عورت کی عزت ہے'' ایک مقبول جملہ ہے، مگر اسے احتیاط سے سمجھنا چاہیے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ باحجاب عورت قابلِ عزت اور بے حجاب عورت بے عزت ہے تو یہ غیر درست اخلاقی نتیجہ ہے۔ انسانی حرمت لباس سے پہلے انسان ہونے کی بنا پر ہے۔ گناہ، اگر گناہ ثابت ہو، انسانی بنیادی حرمت کو ختم نہیں کرتا، اور کسی باحجاب عورت کا لباس خود اس کے کردار کی کامل ضمانت نہیں۔

عزت کو کپڑے کے میٹر سے ناپنا اتنا ہی سطحی ہے جتنا آزادی کو کپڑے کی کمی سے ناپنا۔ حجاب ایک اخلاقی حکم ہو سکتا ہے، لیکن انسانی وقار اس سے بھی بنیادی قدر ہے۔

17۔ عورت کی آواز اور مذہبی تعبیر

ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ عورت کے بارے میں مذہبی گفتگو اکثر مرد کرتے رہے ہیں۔ یہ تاریخی حقیقت بذاتِ خود ہر مردانہ تعبیر کو غلط نہیں بناتی ، دلیل جنس سے نہیں، قوتِ استدلال سے درست ہوتی ہے۔ لیکن عورت کے تجربے کو علمی گفتگو سے غائب رکھنا بھی ناقص ہے۔

حیض، حمل، ولادت، رضاعت، خانگی ذمہ داری، ملازمت، تعلیم، عوامی زندگی، جنسی ہراسانی اور لباس کے حقیقی تجربات عورت براہِ راست جانتی ہے۔ لہٰذا عورت صرف حکم کی مخاطب نہیں؛ علمی مکالمے کی شریک بھی ہے۔ معاصر مسلم خواتین کی مذہبی تحریکوں پر تحقیق سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں مذہبی روایت کے اندر رہتے ہوئے علمی و سماجی فاعلیت اختیار کرتی اور اسلامی مفاہیم کی تعبیر و عملی تشکیل میں حصہ لیتی رہی ہیں۔

18۔ حجاب اور مذہبی فاعلیت

جدید فکری مباحث کی ایک بڑی تبدیلی یہ ہے کہ اب ''فاعل'' ہونے کا مطلب صرف روایت کے خلاف بغاوت نہیں سمجھا جاتا۔ ایک عورت اگر نماز پڑھتی، روزہ رکھتی، حجاب اختیار کرتی یا کسی مذہبی اخلاق کے مطابق خود کو ڈھالتی ہے تو ممکن ہے وہ کسی خارجی طاقت کے ہاتھوں مجبور ہو؛ لیکن یہ بھی ممکن ہے

کہ یہی عمل اس کے نزدیک اپنے نفس کی اخلاقی تشکیل ہو۔

مسلم مذہبی خواتین پر ہونے والی بعض تحقیقات میں حیا کو خود اختیاری کے ایک عمل، اخلاقی ضبط اور روزمرہ تعلقات کو غیر جنسی بنانے کی کوشش کے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ تعبیر ہر باحجاب عورت پر منطبق نہیں کی جاسکتی؛ لیکن اس کے امکان سے انکار بھی درست نہیں۔[9]

19۔ مذہبی عورت کو "بچانے" کا مسئلہ

کبھی جدید دنیا مسلم عورت کے بارے میں ایسے لہجے میں بولتی ہے گویا وہ اپنی زندگی کی تعبیر خود کرنے سے عاجز ہے اور اسے باہر سے آزادی سکھانا ضروری ہے۔ یہاں نیت خیر خواہی کی ہو سکتی ہے، مگر نتیجہ سرپرستانہ ہو سکتا ہے۔

اگر عورت کہتی ہے: "میں اپنے مذہبی اعتقاد کی بنا پر حجاب پہنتی ہوں"، اور جواب آئے: "تم دراصل نہیں جانتیں کہ تم مجبور ہو"، تو اس کے شعور کو پہلے ہی ناقابل اعتبار قرار دے دیا گیا۔ یہ آزادی کی عجیب صورت ہے : عورت آزاد ہے—جب تک وہ وہی انتخاب کرے جسے ہم آزادی سمجھتے ہیں۔ یہ تصور خود تنقید کا محتاج ہے۔

20۔ لیکن مذہبی جبر کو نظرانداز کرنا بھی غلط ہے

اس کے برعکس ایک اور غلطی یہ ہو گی کہ مسلم عورت کی فاعلیت کا دفاع کرتے کرتے واقعی موجود جبر، گھریلو دباؤ یا ریاستی پابندیوں کو نظرانداز کر دیا جائے۔ جدید علمی بحث میں یہی تنبیہ موجود ہے کہ مسلم خواتین کو محض "مظلوم" سمجھنا استعماری نظر ہو سکتی ہے، مگر فاعلیت کی بازیافت کے نام پر حقیقی ظلم کو چھپا دینا بھی درست نہیں۔[10]

اصول واضح ہونا چاہیے : اختیار کے نام پر جبر کو جائز نہ کرو، اور جبر کے وجود سے ہر مذہبی اختیار کو باطل نہ سمجھو۔

21۔ حجاب، انتخاب اور ریاست

ریاست کے لیے اس مسئلے کا سب سے دشوار سوال یہ ہے کہ وہ کہاں تک مداخلت کرے۔ ایک طرف مذہبی آزادی ہے، دوسری طرف عمومی قانون، سلامتی، ادارہ جاتی ضرورت اور دوسرے شہریوں کے حقوق۔ یہاں مطلق جواب مشکل ہے، مگر کم از کم ایک اصول واضح ہے : عورت کا جسم ریاستی نظریاتی جنگ کا میدان نہیں بننا چاہیے۔[11]

اگر ایک نظام اسے مذہبی طور پر ڈھانپنے پر مجبور کرتا ہے اور دوسرا سیکولر شناخت کے نام پر کھولنے پر، دونوں اس کے جسم کو اپنے نظریے کا پرچم بنا رہے

---

9 صبا محمود، Politics of Piety، نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن (2011)، خصوصاً 'Agency, Gender, and Embodiment'۔ مصنفہ مذہبی انضباط کو لازماً فاعلیت کی نفی سمجھنے والے مفروضے کا تنقیدی جائزہ لیتی ہیں۔

Saba Mahmood, Politics of Piety, rev. ed. (Princeton University Press, 2011), especially 'Agency, Gender, and Embodiment.'

10 لیلا ابولغد)۔ کتاب مسلم عورت کو ایک ہی مظلوم قالب میں پیش کرنے اور 'نجات' کے استعماری بیانیوں پر تنقید کرتی ہے؛ اس تنقید سے حقیقی جبر کے انکار کا نتیجہ نہیں نکلتا۔

Lila Abu-Lughod, Do Muslim Women Need Saving? (Harvard University Press, 2013). Her critique of rescue narratives does not entail denying actual coercion or abuse.

11 ریاستی مداخلت، مذہبی آزادی اور ادارہ جاتی نظم کے درمیان تناسب ہر قانونی نظام اور مقدمے کے حقائق کے مطابق متعین ہوتا ہے؛ یہاں پیش کردہ اصول اخلاقی و آئینی تجزیہ ہے، کسی خاص مقدمے کی قانونی رائے نہیں۔

Proportionality among state intervention, religious freedom, and institutional regulation depends on the governing legal system and the facts of each case. The paragraph offers ethical-constitutional analysis, not case-specific legal advice.

ہیں۔ حقیقی خود اختیاری کا تقاضا یہ ہے کہ قانونی مداخلت کے لیے واقعی مضبوط، متناسب اور عمومی مصلحت موجود ہو—محض تہذیبی ناپسندیدگی نہیں۔

22۔ مرد کی آزادی بھی مطلق نہیں

حجاب کی بحث میں ایک غلط توازن یہ ہے کہ عورت کے لباس پر تفصیلی گفتگو ہوتی ہے اور مرد کو گویا مکمل جسمانی و نگاہی آزادی حاصل ہے۔ اسلامی اخلاق ایسا نہیں۔ مرد نگاہ کا پابند ہے، پاک دامنی کا پابند ہے، گفتگو کا پابند ہے، دوسرے کے جسم کی حرمت کا پابند ہے، اپنے لباس کے احکام کا پابند ہے، اور طاقت کے غلط استعمال سے ممنوع ہے۔

پس عورت کی پابندی کو مرد کی آزادی کے مقابل رکھنا ہی بنیادی طور پر ناقص خاکہ ہے۔ اسلامی اخلاق میں دونوں محدود ہیں، دونوں مکلف ہیں، دونوں ذمہ دار ہیں۔ حدود کی بعض صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں، مگر اخلاقی ذمہ داری مشترک ہے۔[12]

23۔ مساوات اور یکسانیت

یہاں ''مساوات'' کے مفہوم کو بھی واضح کرنا ضروری ہے۔ انسانی قدر میں مساوات کا مطلب یہ نہیں کہ ہر جسمانی، خاندانی یا سماجی ذمہ داری لازماً ایک جیسی ہو، لیکن فرق کا ہر دعویٰ بھی خود بخود عادلانہ نہیں۔

کسی فرق کو جائز ثابت کرنے کے لیے محض ''مرد اور عورت مختلف ہیں'' کہنا کافی نہیں۔ پوچھنا ہو گا: فرق کس پہلو میں ہے؟ اس کا حکم سے حقیقی تعلق کیا ہے؟ اس میں عدل کیسے قائم رہتا ہے؟ کیا اس فرق سے ایک فریق کی انسانی شخصیت گھٹتی ہے؟ یہی علمی طریق ہے۔

24۔ حجاب کو عورت کی پوری دینداری نہ بنائیں

کسی معاشرے میں یہ خطرہ پیدا ہو سکتا ہے کہ عورت کی پوری مذہبی شخصیت کو حجاب کے ایک مسئلے میں سمیٹ دیا جائے۔ وہ علم رکھتی ہے یا نہیں؟ عدل کرتی ہے یا نہیں؟ غیبت کرتی ہے یا نہیں؟ والدین کے حقوق ادا کرتی ہے یا نہیں؟ امانت، نماز، خدمت اور سچائی میں اس کا مقام کیا ہے؟ اگر ان سب پر کم گفتگو ہو اور لباس پر مسلسل محاسبہ، تو یہ عدم توازن خود مذہبی اخلاق کو سطحی بنا سکتا ہے۔

حجاب اپنی جگہ اہم ہو، لیکن دین کا پورا آسمان ایک ہی حکم کا نام نہیں۔

25۔ بے حجابی کو بھی پوری آزادی نہ بنائیں

اسی طرح دوسری جانب عورت کی آزادی کو لباس کی کمی سے ناپنا بھی سطحیت ہے۔ ایک عورت لباس میں آزاد ہو سکتی ہے مگر معاشی طور پر محتاج، تعلیم سے محروم، گھریلو تشدد کا شکار، ملازمت میں استحصال زدہ، جنسی نگاہ کے دباؤ میں، یا حسن کے تجارتی معیار کی اسیر۔

پھر صرف یہ کہنا کہ ''وہ جو چاہے پہن سکتی ہے، اس لیے آزاد ہے'' آزادی کی نہایت محدود تعریف ہے۔ حقیقی آزادی میں علم، معاشی تحفظ، قانونی شخصیت، سلامتی، آواز، ضمیر اور انتخاب سب شامل ہیں۔

26۔ حیا: خوف نہیں، اخلاقی بصیرت

حیا کو بزدلی یا معاشرتی خوف سمجھ لینا بھی درست نہیں۔ صحت مند حیا یہ شعور ہے کہ ہر چیز ہر جگہ نہیں کہی جاتی، ہر تعلق ہر حد عبور نہیں کرتا، ہر نگاہ ہر جسم پر حق نہیں رکھتی، اور ہر خواہش عمل کا جواز نہیں بنتی۔

---

12 القرآن الکریم 33:35
الأحزاب 33:59 لباس سے متعلق ایک الگ سماجی حکم بیان کرتی ہے۔ دونوں آیات کے دائرۂ دلالت کو خلط نہیں کرنا چاہیے۔
The Qur'an, 33:35, places men and women within a shared moral address; 33:59 gives a distinct social directive concerning outer garments. Their respective scopes should not be conflated.

اس مفہوم میں حیا صرف جنسی اخلاق نہیں؛ انسانی تہذیب کی بنیادی صورت ہے۔ بے حیائی صرف لباس سے نہیں۔ تحقیر بھی بے حیائی ہے، جھوٹ بھی، ظلم بھی، اور کسی کی نجی زندگی میں مداخلت بھی۔ حجاب کا اخلاق اگر اس وسیع حیا سے جدا ہو جائے تو وہ محض کپڑا رہ جاتا ہے۔

27۔ حجاب بطورِ اخلاقی زبان

لباس بھی ایک زبان ہے۔ وہ ہمیشہ ایک ہی معنی نہیں دیتا، مگر معنی سے خالی بھی نہیں۔ سوگ کا لباس، عدالتی لباس، فوجی وردی، مذہبی لباس—سب انسانی جسم کو کسی نہ کسی اجتماعی معنی سے جوڑتے ہیں۔

اسی طرح حجاب کسی عورت کے لیے عبادت، شناخت، حیا، تہذیبی نسبت یا محض خاندانی معمول ہو سکتا ہے۔ مطلب خود لباس سے مکمل طور پر نہیں پڑھا جا سکتا؛ معنی پہننے والی عورت کے شعور اور سیاق سے بھی بنتا ہے۔ اسی لیے ایک ہی حجاب دو عورتوں کے لیے دو مختلف تجربات ہو سکتا ہے۔

28۔ عورت کو دو انتہاؤں سے آزاد کرنا ہوگا

اس پورے مکالمے سے ایک عجیب حقیقت سامنے آتی ہے۔ عورت کو کبھی روایت نے اپنی ملکیت سمجھا، کبھی جدیدیت نے اپنی کامیابی کی علامت۔ ایک نے کہا: ''اچھی عورت وہ ہے جو میری طے کردہ طرح چھپے۔'' دوسرے نے کہا: ''آزاد عورت وہ ہے جو میری طے کردہ طرح ظاہر ہو۔''

دونوں جملوں میں ایک مشترک خامی ہے : فیصلہ پھر کوئی اور کر رہا ہے۔ عورت کی حقیقی آزادی وہاں شروع ہوتی ہے جہاں اسے عقل، علم، ایمان، ضمیر اور قانونی تحفظ کے ساتھ اپنی زندگی کا ذمہ دار فاعل سمجھا جائے۔

29۔ ایک اسلامی تصورِ آزادی

اسلامی اخلاق میں آزادی کا سب سے گہرا مفہوم شاید یہ نہیں کہ انسان پر کوئی حاکم نہ ہو، بلکہ یہ کہ انسان خواہش کا غلام نہ ہو، دوسرے انسان کا غلام نہ ہو، دولت کا غلام نہ ہو، بازار کا غلام نہ ہو، طاقت کا غلام نہ ہو، اور اپنی عقل و ضمیر کے ذریعے حق کو پہچان کر اسے اختیار کرے۔

اس تصور میں خدا کی بندگی اور انسانی آزادی متضاد نہیں، بلکہ بندگیِ خدا انسان کو دوسرے خداؤں سے آزاد کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ یہاں حجاب بھی، اگر شعوری دینی انتخاب ہو، غلامی نہیں بلکہ اسی بندگی کی ایک صورت ہو سکتا ہے۔ مگر اگر انسان اسے دوسرے انسان کے خوف سے اختیار کرے تو اخلاقی صورت بدل جاتی ہے۔ ایک ہی لباس؛ دو مختلف باطن۔

30۔ حجاب کے دفاع کا صحیح طریقہ

حجاب کا دفاع یہ کہہ کر نہ کیا جائے: ''عورت کمزور ہے، اس لیے چھپاؤ۔'' یہ استدلال عورت کو اخلاقی فاعل سے شے میں بدل سکتا ہے۔

بہتر استدلال یہ ہے کہ انسانی تعلقات اخلاق سے آزاد نہیں؛ جسم حرمت رکھتا ہے؛ نگاہ ذمہ دار ہے؛ جنسی خواہش انسانی فطرت ہے مگر بے قید حق نہیں؛ مرد اور عورت دونوں اخلاقی مکلف ہیں؛ اور حجاب اسی وسیع اخلاقی ترتیب کا ایک ظاہری جز ہے۔ یہ استدلال عورت کو کمتر نہیں کرتا؛ اسے اخلاقی شریک بناتا ہے۔

31۔ حجاب کی تنقید کا صحیح طریقہ

اسی طرح حجاب کی تنقید اگر کرنی ہو تو یہ فرض کر کے نہ کی جائے کہ ہر باحجاب عورت بے شعور یا مجبور ہے۔ پوچھا جائے: کیا انتخاب حقیقی ہے؟ کیا تعلیم میسر ہے؟ کیا عورت انکار کر سکتی ہے؟ کیا جبر موجود ہے؟ کیا مرد پر بھی اخلاقی ذمہ داری نافذ ہے؟ کیا مذہبی تعبیر دلیل پر قائم ہے؟

یہ سوال حقیقی اصلاح پیدا کرتے ہیں۔ مگر ''حجاب ہے، لہٰذا ظلم ہے'' علمی دلیل نہیں۔

32۔ جدید نسوانی فکر کے ساتھ حقیقی مکالمہ

یہاں اسلامی فکر کو جدید نسوانی نظریات سے صرف لڑنا نہیں چاہیے؛ ان سے سیکھنے کے لیے بھی اہم سوالات ہیں۔ کیا خاندان کے نام پر عورت کی انفرادی

شخصیت دبائی گئی؟ کیا بعض مذہبی خطابات میں مرد کا فائدہ حکم کی تعبیر پر غالب آیا؟ کیا تعلیم اور معاشی وسائل میں غیر منصفانہ رکاوٹیں پیدا ہوئیں؟ کیا عورت کے تجربے کو علمی و فقہی گفتگو میں کافی مقام ملا؟ یہ جائز سوالات ہیں۔

لیکن اسلامی فکر بھی جدید نسوانی فکر سے سوال کر سکتی ہے: کیا آزادی لازماً روایت سے خروج ہے؟ کیا مذہبی اطاعت خود اختیاری کے خلاف ہے؟ کیا جسم کی زیادہ نمائش لازماً زیادہ آزادی ہے؟ کیا بازار عورت کے جسم کو واقعی آزاد چھوڑتا ہے؟ یہی مکالمہ ہے، یک طرفہ محاکمہ نہیں۔

33۔ حجاب کے پار اصل سوال

آخر کار معلوم ہوتا ہے کہ حجاب خود آخری مسئلہ نہیں۔ اس کے پیچھے بڑے سوال کھڑے ہیں: انسان کون ہے؟ جسم کیا ہے؟ آزادی کیا ہے؟ خواہش کا اخلاقی مقام کیا ہے؟ مذہب کی مرجعیت کہاں تک ہے؟ ریاست کا اختیار کہاں ختم ہوتا ہے؟ عورت کا انتخاب کیسے پہچانا جائے؟ اور انسانی وقار کس چیز پر قائم ہے؟

جب یہ سوال حل ہوں گے تو حجاب کی بحث بھی زیادہ واضح ہو گی۔

نتیجہ: عورت کو آزاد کرنے سے پہلے آزادی کو آزاد کرنا ہو گا

عورت، آزادی اور حجاب کی بحث ایک عجیب مقام تک پہنچ چکی ہے۔ کبھی مذہب کے نام پر عورت کو اس قدر محفوظ کیا جاتا ہے کہ اس کی شخصیت ہی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے، اور کبھی آزادی کے نام پر اسے اس قدر نمایاں کیا جاتا ہے کہ اس کی قدر پھر جسم کی نمائش میں ناپی جانے لگتی ہے۔ ایک طرف قید کا خطرہ ہے، دوسری طرف بازار کا؛ ایک طرف مردانہ تسلط، دوسری طرف تجارتی نگاہ۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک انسان کھڑا ہے—عورت۔

وہ عقل رکھتی ہے، ضمیر رکھتی ہے، ایمان رکھ سکتی ہے، اختلاف کر سکتی ہے، علم حاصل کر سکتی ہے، غلط فیصلہ بھی کر سکتی ہے اور صحیح انتخاب بھی۔ اور یہی انسانی عظمت ہے۔ اسلامی تصورِ حجاب کو اس عورت سے شروع ہونا چاہیے، کسی بے زبان شے سے نہیں۔ وہ محض جسم نہیں کہ چھپا دیا جائے، محض تصویر نہیں کہ دکھا دی جائے؛ وہ ایک اخلاقی شخصیت ہے۔

اسی لیے حجاب کو خانہ نشینی کے مترادف قرار دینا درست نہیں، اور بے حجابی کو آزادی کے مترادف کہنا بھی نہیں۔ حجاب اگر خوف ہے تو آزادی نہیں؛ اگر تشدد سے مسلط ہے تو اخلاقی انتخاب نہیں؛ اگر لاعلمی پر قائم ہے تو کمزور ہے۔ لیکن اگر علم، ایمان، شعور اور رضاکارانہ اخلاقی التزام سے پیدا ہوا ہے تو اسے صرف اس لیے غلامی کہنا کہ وہ ''پابندی'' ہے، آزادی کے مفہوم کو بہت سطحی بنا دیتا ہے۔

اور اسی میزان کا دوسرا رخ بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ اگر ایک عورت اسے اختیار نہ کرے تو اس کی بنیادی انسانی حرمت ختم نہیں ہوتی۔ اس پر اخلاقی یا مذہبی نقد ایک چیز ہے؛ اس کی تحقیر دوسری۔ دین انسان کو ہدایت دیتا ہے، انسانیت سے خارج نہیں کرتا۔

اسی طرح جدید آزادی کو بھی اپنا امتحان دینا ہو گا۔ اگر وہ عورت کو حجاب پہننے کی اجازت صرف اس وقت دیتی ہے جب اسے بے شعوری کا نتیجہ قرار دے، تو یہ آزادی نہیں؛ برداشت کی آڑ میں سرپرستی ہے۔ اگر وہ عورت کے جسم کو مذہبی جبر سے نکال کر بازار کے جبر میں داخل کر دے، تو زنجیر بدلی ہے، آزادی نہیں آئی۔ اگر وہ آزادی کا ایک ہی سانچہ بنا کر دنیا کی تمام عورتوں کو اس میں فٹ کرنا چاہے تو وہ بھی اسی غلطی میں مبتلا ہے جس کا الزام روایت پر لگاتی ہے۔

عورت کو دو طرح کے محافظوں سے بچانا ہو گا: اس سے جو کہتا ہے، ''میں تمہاری عزت کا مالک ہوں، اس لیے تمہارے لیے فیصلہ کروں گا''، اور اس سے بھی جو کہتا ہے، ''میں تمہاری آزادی کو تم سے بہتر جانتا ہوں، اس لیے تمہارے لیے فیصلہ کروں گا۔'' دونوں کے مقابل عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کہے: میں انسان ہوں؛ میری عقل کو مخاطب کرو۔

یہی وہ مقام ہے جہاں حجاب کے پار اصل آزادی دکھائی دیتی ہے۔ آزادی لباس کے ہونے یا نہ ہونے میں پوری نہیں سماتی؛ وہ اس مقام پر پیدا ہوتی ہے جہاں انسان نہ خواہش کا غلام ہو، نہ انسان کا، نہ ریاست کا، نہ بازار کا؛ جہاں وہ دلیل سن سکے، اپنے ضمیر سے سوال کر سکے، ایمان اختیار کر سکے، اخلاقی ذمہ داری قبول

کر سکے اور اپنے انتخاب کا بوجھ خود اٹھا سکے۔

ایسی آزادی بے قیدی نہیں؛ خود اختیاری ہے۔ ایسی عفت خوف نہیں؛ خود نگہبانی ہے۔ ایسا حجاب دیوار نہیں؛ ایک منتخب اخلاقی حد ہے۔ اور ایسی عورت کسی تہذیب کی خاموش علامت نہیں—وہ خود ایک صاحبِ ارادہ، صاحبِ شعور اور صاحبِ جواب دہی انسان ہے۔

شاید حجاب کی پوری بحث کا سب سے منصفانہ خلاصہ یہی ہے : عورت کو نہ اس لیے ڈھانپو کہ وہ تمہاری ملکیت ہے، نہ اس لیے بے پردہ کرو کہ وہ تمہاری آزادی کا اشتہار بنے۔ اسے علم دو، اختیار دو، تحفظ دو، دلیل دو—اور پھر اسے ایک اخلاقی انسان کی طرح مخاطب کرو۔[13]

تب شاید سوال یہ نہیں رہے گا کہ عورت کتنی آزاد ہے، بلکہ زیادہ گہرا سوال پیدا ہو گا : ہماری آزادی کا تصور خود کتنا آزاد ہے؟

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

13 مقالے کا حاصل اخلاقی، تفسیری اور سماجی تحلیل ہے؛ یہ حجاب کی تمام فقہی جزئیات، ملکی قوانین یا کسی فرد کی مخصوص صورتِ حال کا فتویٰ اور قانونی مشورہ نہیں۔ عملی حکم کے لیے مکمل حالات اور متعلقہ فقہی و قانونی مرجع کو دیکھا جائے گا۔

The article offers ethical, exegetical, and social analysis. It is not a fatwa on every detailed rule of hijab, legal advice under a particular jurisdiction, or a judgment on an individual case.